اکثر، پیروی، بغیر، نسبتہً، حقیقتہً، روضۃ، امۃ اکبرا، متروک۔ میں نے اردو مصدرنامہ کے ص ۲۸ و ۲۹ پر بھی تھکنا چینکا ہے۔ اردو املا کے ص ۱۲۱ پر تین جگہ رحمۃ للعالمین آیا ہے اور تینوں جگہ غلط لکھا ہے۔ یاد رکھیے اس مرکب میں رحمۃ کے بعد الف نہیں ہے یہ اصلاح املا کی کتاب ہے اس لیے توجہ دلا رہا ہوں برا نہ مانئے گا۔)

یہ ضروری نہیں کہ تائے دراز اصلی ہی ہو۔ جلوت، خلوت، قیامت، عنایت، سلامت، عادت، فطرت، قدرت، صورت، وغیرہ کسی میں تائے اصلی نہیں ہے۔

حکم دیا جا رہا ہے کہ تا اگر تائے ملفوظ ہو تو لمبی لکھی جائے۔ کس قدر حسین و جمیل کلیہ ہاتھ لگا ہے۔

غزل اس نے چھیڑی مجھے ساز دینا ذرا ذوق غالب کو آواز دینا

اصلاح شدہ املا یہ ہوگا۔

کعبت اللہ، قبلت المسلمین، مدرست العلوم، صدقت الفطر، اسوت الرسول، محکمت الانصاف مکتبت الجامعہ، صلات الفجر، زکات مال، مشکات المصابیح، طرفت العین امت الرسول، حظیرت القدس، خدیجت الکبرا، فاطمت الزہرا۔ مقدمت الجیش، مقدمت الکتاب، کلمت اللہ، سلسلت الذہب، روضت الرسول، علامت الدہر، تحفت الاحرار، رحمت للعالمین، رومت الکبرا، برطانیت العظما، مدینت النبی، سجدت السہو، عامت الناس، عامت الخلائق، طلبت العلم، مقبرت السلاطین، تذکرت الشعراء، سدرت المنتہی، منطقت البروج، ملائکت العرش، مکت المکرمہ، وغیرہ۔

افوہ! پھر استثنا نکل آیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ لفظ رحمت کو رحمۃ للعالمین اور رحمت اللہ میں تو لمبی (ت) سے لکھو اور رحمۃ اللہ علیہ میں تائے مدور سے لکھو۔

صفحہ ۵۹ پر فاضل مصنف نے مشورہ دیا تھا کہ حتی الامکان، حتی المقدور جیسے مرکبات سے پرہیز کیا جائے۔ ان کی جگہ امکان بھر، مقدور بھر جیسے الفاظ آ سکتے ہیں۔

اب یہاں ص ۱۲۲ پر پھر ویسا ہی ارشاد ہوا ہے۔

"زیادہ مناسب تو یہ ہوگا کہ اس طرح کے مرکبات امکان بھر استعمال نہ کیے جائیں ان کے بغیر بھی آسانی سے بات کو کہا جا سکتا ہے۔"

بے شک یہ مشورہ بھارت کے رہنے والوں کے لئے قابل قدر اور واجب العمل ہے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچنا چاہیے مگر اس کی مندرجہ بالا عبارت ذرا مشکل ہو گئی ہے۔ عوام کو سمجھنے میں دشواری ہو گی۔ اگر یوں تحریر فرماتے تو اردو والے معلّی پر مزید احسان ہوتا۔

"ادھک اُچت تو یہ ہوگا کہ اس پرکار کے مشرت شبد سکت بھر پریوگ نہ کیے جائیں۔ ان کے بنا بھی سرلتا سے بات کو کہا جا سکتا ہے۔"

چار کلیے ہاتھ آئے گویا ایک لفظ کے لیے چار قربان گاہیں تیار ہوئیں۔ مفرد ہو تو کعبہ مکہ مدینہ صدقہ تحفہ روضہ۔ الف کے قافیے میں آئے تو کعبا مکا مدینا صدقا تحفا روضا ترکیب میں آئے تو کعبت۔ مکت مدینت صدقت تحفت روضت تنوین نصبی آئے تو تحفتاً، وقفتاً وغیرہ۔

ابتری ص ۱۲۵ و ۲۴۳

لغات کا تنوع نہ صرف اردو میں بلکہ اور زبانوں میں بھی ہوتا ہے۔ اردو میں ٹھیرنا اور ٹھہرنا دونوں لغت ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔ پہنچنا اور پہونچنا دونوں طرح لکھا جاتا ہے اور دونوں املا صحیح ہیں ڈھونڈھنا اور ڈھونڈنا دونوں املا صحیح ہیں۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو میں اس طرح لکھتا ہوں۔ کنواں، کنوارا، دھواں، پاؤں، چھاؤں، گاؤں کھڑاؤں، آنو۔ لیکن اگر کوئی دوسری طرح لکھے تو اس کی تغلیط نہیں کرتا کیوں کہ میں اس کو بھی پڑھ لوں گا۔ اور معنی بھی سمجھ لوں گا۔

املا کے تنوع سے آپ یہاں کیوں گھبراتے ہیں۔ کیا پریشانی ہے؟

دبستانی چشمک ص ۲۴۵

آپ کا ارشاد :۔

"رہی دہلی و لکھنؤ کے اختلاف کی بات، سو اب نہ وہ دہلی ہے نہ وہ لکھنؤ، اب نہ وہ دبستانی چشمک ہے اور نہ وہ جذبۂ رشک و رقابت یا جذبۂ مسابقت، رات گئی بات گئی۔"

بالکل بجا فرمایا۔ میں بھی آپ کی تائید کرتا ہوں۔

جوانی کی راتیں گئیں، مرادوں کے دن آگئے

لوگ کہتے ہیں بنا دہلی بگڑ کر لکھنؤ   پر کہاں اے داغ اس اجڑے ہوئے گھر کا جواب

طوطا

کسی ادیب کا ایک مقولہ کہیں نظر سے گزرا تھا۔ "استاد کا حکم سر آنکھوں پر، مگر طوطا کو طوئے سے لکھنے میں جو مزہ ہے وہ تے سے لکھنے میں نہیں ہے" قائل نے محض اپنی ایک وجدانی کیفیت کا اظہار کیا ہے، جو دلیل و حجت سے بے نیاز ہے۔ لیکن بات ہے ٹھیک۔ مدلول کا صحیح تصور صرف طوے سے لکھنے میں آتا ہے۔ اور تے سے لکھنے میں ایک مُنّی سی چڑیا نظر آتی ہے۔

آپ کو معلوم ہے؟ کہ حروف ہجا کی شکلیں تجویز کرنے وقت آواز نکالنے کی ہیئت اور بعض زبانوں میں فطرت کی موجودات کی ہیئت و صورت کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مثلاً چینی رسم الخط کو دیکھیے۔ پہاڑوں درختوں وغیرہ کی شکلیں حروف کی اشکال میں پائی جاتی ہیں۔

مانا کہ طوے فارسی میں نہیں ہے۔ لیکن طمانچہ، طنبورہ، وغیرہ ہندوستان میں کہاں سے آئے اور اب ان کا املا بدلنے کی کیا ضرورت پیش آگئی؟ کیا ایران کی تقلید ہمارے اوپر فرض ہے کہ جو کچھ وہ تبدیلی کرتے رہیں ہم بھی وہی کرتے رہیں۔ سلیمان حییم نے طوے کے کتنے غیر عربی الفاظ لکھے ہیں؟۔

دیکھیے ایک بیماری کا نام ذیابیطس اور ایک کا ایترغس ہے، ایک آدمی کا نام ارسطو ہے کیا آپ فرمائیں گے کہ چوں کہ یہ یونانی الفاظ ہیں اور یونانی زبان میں ذ، ث، ط نہیں

ہے لہٰذا ان الفاظ میں سے تینوں حرفوں کو خارج کر دینا چاہیئے۔ کیا واقعی انگریزی اور یونانی میں ان حروف کا تلفظ موجود نہیں؟

ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ ہمیں پورا حق حاصل ہے کہ ہم اردو فارسی الفاظ پر الف لام بھی لگا سکتے ہیں۔ (قریب المرگ، فوق البھڑک) اردو سے فارسی اور عربی کے قاعدے کے مطابق مصدر بھی بنا سکتے ہیں۔ (رہائش، گرمائش، نزاکت) اردو سے عربی کے اسم مفعول اسم فاعل، اور مبالغہ کے صیغے بھی بنا سکتے ہیں۔ (بحیرب، سمجھ دار، خراج) دوسرے ہی سانس میں کہا جاتا ہے کہ طوطا کو ت سے لکھو، کیوں کہ طوئے اردو میں نہیں ہے۔ کیا اردو میں لام تعریف ہے؟

تراوٹ ص ۱۳۲

تراوٹ، لفظ تر سے بنایا ہے۔ جیسے رہنا سے رہاست، بنانے بناست وغیرہ یہ سب عوامی الفاظ ہیں۔ فصیح لفظ طراوت ہی ہے۔

یہ تلون مزاجی بھی قابل داد ہے کہ اسی باب کے شروع میں تلفظ یا املا کے تنوع کو آپ ابتری سے تعبیر کرتے ہیں اور باب کے آخر میں تراوٹ کے متعلق بڑی فراخ دلی سے فرماتے ہیں "بہرصورت یہ بھی ایک لفظ ہے"۔

آپ جس ابتری سے گھبراتے ہیں یہ تو دوسری زبانوں میں بھی ہے۔ آذوقہ اور اس جیسے بہت سے الفاظ کو سلیمان حییم نے ذال اور زے دونوں میں لکھا ہے۔ اور انگریزی کا تو کہنا ہی کیا ہے مگر ساری دنیا پر اس کی حکمرانی ہے۔ رات رات بھر اس کے اسپیلنگ رٹے جاتے ہیں اور کوئی اُف نہیں کرتا۔

چند روز ہوئے بازار میں دیوار پر ایک لاؤڈ اسپیکر والے کا اشتہار دیکھا تھا۔ اس میں ایک یہ جملہ بھی لکھا تھا۔ "یہاں فٹنگ کا بھی معقول انتظام ہے" کسی قدامت پسند آدمی نے اشتہار دیکھا ہوگا۔ لفظ ماقول کو غلط سمجھ کر قلم زد کر دیا اور نیچے لکھ دیا معقول

لیجئے! لغت میں درج کرنے کے لیے تین نئے لغت ہاتھ لگے۔ (م اق ول) (ان ٹ ظ ام)۔ (م ق ع ول)۔ ایک دکاندار خاصے معزز بھاری بھرکم آدمی ہیں۔ ایک روز افسوس اور شکایت کے لہجے میں مجھ سے کہنے لگے: "یہ لوگ اردو کو ختم کیے دیتے ہیں۔ ہمارا تو سارا (ک ڑ ی چ ڑ) اردو میں ہے۔" ذرا سی زحمت تو ہوگی شہر میں چل پھر کر اردو لغت کے لیے بڑا قابل قدر سرمایہ فراہم کیا جا سکتا ہے۔

ذی ہوش، بذلہ ص ۱۳۸۔ ۱۴۰

لفظ ذی فارسی یا اردو الفاظ میں چسپاں نہیں ہوتا۔ ہوش فارسی لفظ ہے۔ ذی ہوش کی ترکیب غلط ہے بذلہ عربی میں غیر سنجیدہ، گھٹیا اور عوامی کلام کو کہتے ہیں۔ اردو میں اسی معنی میں مبتذل کا لفظ ہے۔ دونوں لفظوں کا مادہ ایک ہی ہے۔ اسی مناسبت سے سلیمان حییم نے بذلہ کے مندرجۂ ذیل معانی بھی لکھے ہیں۔ مسخرہ پن، فقرے بازی ٹھٹھول، مذاق، دل لگی، طعنہ، رمز، چوٹ، ہنسی، پھبتی، مگر اردو میں بذلہ گوئی و بذلہ سنجی اچھے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

ذال کا وجود ص ۱۴۲

میں آپ کی رائے سے بالکل متفق ہوں کہ "ذال کا وجود فارسی میں پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے۔" بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ذال کا بھی اور صاد کا بھی تلفظ موجود تھا۔ لیکن حروف کی شکلیں خود تجویز نہیں کیں عربی سے لے لیں۔ اور ایک تلفظ اور بھی ہے۔ وہ ہے خ واؤ کا مخلوط تلفظ۔ اس کی بھی کوئی الگ شکل تجویز نہیں کی۔ خ کے ساتھ واؤ کو لگا دیا۔ اردو میں جس کو واؤ معدولہ کہتے ہیں یہ وہی واو ہے یہ دراصل غیر ملفوظ نہیں ہے۔ ہم اردو والے کما حقہ، اس کا تلفظ نہیں کر سکتے۔ ہم نے واؤ معدولہ نام رکھ کر اس کو معدوم کر دیا۔

کہیں یہ واؤ واضح طور پر تلفظ میں آجاتا ہے۔ خونچہ، خوجہ، آبخورہ۔ کہیں کہیں

اس کی کچھ جھلک محسوس ہوتی ہے۔ جیسے درخواست، خواجہ اور دسترخوان۔ اردو میں بھی درخواست اور خواجہ کا تلفظ برخاست اور راجہ سے مختلف ہے۔ دسترخوان کا تلفظ خان بہادر سے مختلف ہے۔

لفظ خویش میں ضمہ وکسرہ ملا جلا معلوم ہوتا ہے۔ اگر "خ" کو منھ گول کرکے ادا کریں تو خویش اور خیز کے تلفظ میں فرق محسوس ہوگا۔

میں نے بزمانہ طالب علمی جب گلستان میں سعدیؒ کا قطعہ پڑھا:-

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم توکہ با دشمناں نظر داری

استاد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ خور کی خ کو زبر سے پڑھو۔ آگے نظر کا قافیہ ہے۔ فرمایا کہ خوردن میں در اصل خ مفتوح ہے۔ مگر اس کا تلفظ ایسا ہے کہ زبر کا پیش کی طرف جھکاؤ ہوتا ہے یعنی خ کو موتھ گول کرکے نکالا جاتا ہے۔ فرمایا کہ خورایندن اور خراشیدن دونوں کی خ کے تلفظ میں فرق ہے۔ اس فرق کی وجہ سے واؤ کا اضافہ کیا گیا۔

استاد رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا پہلے ایسا ہی تھا۔ لیکن آج کل کے ایرانیوں نے تو سرے سے الف کو ہی اڑا دیا۔ خانہ کو خونہ کہتے ہیں۔

اردو میں بھی چند ایسے تلفظ ہیں جن کے لیے ہم نے کوئی شکل تجویز کرکے حروف ہجا میں اضافہ نہیں کیا۔ جیسے ہائے مخلوط۔ دھ۔ کھ۔ وغیرہ اور یائے مخلوط جیسے۔ کیا کیوں، اکیاون۔ اکیاسی، پچیاسی، اکیانوے، پچیانوے، چھیانوے، بیاہ پیار۔ وغیرہ۔

ذلالت ص ۱۴۹

یہ نیا اور مصنوعی لفظ نہیں ہے۔ اقرب الموارد میں موجود ہے۔ ذُلٌّ، ذَلالۃٌ،

مَذَلّۃٌ، ذِلّۃٌ، معنی بے عزت اور حقیر ہونا۔ لیکن کمینہ پن کے معنی میں عامیانہ اور غیر فصیح ہے لوگ رذالت کی جگہ ذلالت بولتے ہیں۔

رذالت، کمینہ پن کے معنی میں بفتح اول ہے۔ اردو میں بکسر اول غلط العام فصیح میں داخل ہے۔ رذالہ کے معنی ہیں کمینہ۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ارادت ارادہ عقیدت عقیدہ رسالت رسالہ۔ واضح ہو کہ رذالہ کو الف سے لکھنا غلط ہے۔ اور رُذالۃ بضم اول اس معنی میں نہیں ہے۔

س ص ۱۶۴

سین کی کشش نسخ میں نہیں ہے۔ جب اس کو چھیل چھال کے نستعلیق بنایا تو سین کی کشش ضرورۃً ایجاد کی گئی۔ فن خطاطی کے اساتذہ سین کی کشش کی اجازت اس وقت تک نہیں دیتے جب تک کوئی اشد ضرورت پیش نہ آ جائے۔ مثلاً دو سین ایک جگہ جمع ہوں جیسے کشمش، کوشش میں۔ یا سطر کے آخر میں اتنی تھوڑی سی جگہ خالی رہ جائے کہ اگلا لفظ نہ آسکے۔

واضح ہو کہ دو سین اگر یکجا ہوں تو چھ شوشے جگہ کی کمی کی صورت میں گوارا کر لیے جائیں گے لیکن یکجا دو کششوں کی اجازت اساتذۂ فن ہرگز نہیں دیتے۔ کششوں کی زیادتی کو قابل نفرت اور مکروہ عادت قرار دیا گیا ہے۔

شوشوں کے بارے میں جو گلہ شکوہ ہے۔ اردو املا کو سب سے بڑا حادثہ یہی پیش آیا ہے۔ اسی کتاب میں جس کا موضوع ہی اصلاح املا ہے شوشوں کی بہت غلطیاں ہیں حالاں کہ خط اچھا اور دیدہ زیب ہے۔

زنبور ص ۱۸۱

زنبور عربی لفظ ہے اردو میں وہیں سے آیا ہے۔ اصطلاحاً ایک اوزار کے لیے بولتے ہیں۔ املا بدلنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہندی اردو الفاظ کے لئے آپ کا

بتایا ہوا قاعدہ مانا جا سکتا ہے مگر بعض الفاظ کے مروجہ املا کے ترک پر طبیعت آمادہ نہیں ہوتی مثلاً اچنبھا، سنبھل، زنبیل، گنبد، تنبول، تنبولی۔

چھنبک ٹھیٹھ فارسی لفظ ہے۔ اردو میں اسی کا موزر چمک (بضم اول و میم مشدد) بولا جاتا ہے۔ آصفیہ میں اس کو ہندوں سے مخصوص بتایا ہے۔ یہ غلط ہے اسب اردو والے چمک بولتے ہیں۔

مونھ ص ۱۸۴

اس لفظ کی چار شکلیں دیکھی گئی ہیں۔ منھ، مونہہ، منہ، مونھ۔ میں نے چوتھا املا اختیار کر رکھا ہے۔ واؤ کا رہنا ضروری ہے۔ تلفظ میں بھی واؤ ہے۔ اس کی جمع مونہوں بنے گی۔ جمع میں ہائے ہوز متحرک ہو کر واضح ہو جاتی ہے۔ اگرچہ مفرد میں بھی ہائے مخلوط نہیں ہے لیکن ایک التباس سے بچنے کے لیے دو چشمی لکھی جاتی ہے۔ لڑکیوں کا نام میمونہ ہوتا ہے اس کو پیار میں مخفف کر دیتے ہیں۔ مونہ رہ جاتا ہے۔ اس میں ہائے ملفوظ ہی لکھی جائیگی، الف نہیں لکھا جائے گا۔ تاکہ اصل نام سے الگ کوئی نیا لفظ نہ سمجھا جائے۔

مینہ کا املا ے کے ساتھ ہی صحیح ہے۔ بغیر یے کے غلط اور لائق ترک ہے۔

میندھی ص ۱۸۵

مہندی یا منہدی، امام مہدی کا بگڑا ہوا تلفظ ہے۔ مجھے طالب علمی کے زمانے سے یہ املا ہمیشہ کھٹکتا تھا۔ امام کا نام بفتح اول ہے۔ مگر عوام لفظ امام کے ساتھ بھی بکسر اول با نون غنہ بولتے ہیں۔ امام اور حنا کو گڈ مڈ خود ماہرین لغت نے ہی کر دیا تو عوام کو کیا کہا جائے۔ جس طرح ایک مشہور ایڈوکیٹ صاحب مدرسہ کو مندرسہ لکھتے ہیں۔ فاضل مصنف کی رائے کے مطابق مندرسہ کو بھی لغت میں درج ہونا چاہیے۔

جب دواوین کے مطالعہ کا اتفاق ہوا تو دیوانِ ذوق میں اس کا املا میدھی دیکھا مجھے یہی پسند آیا۔ مگر چوں کہ نون غنہ بھی تلفظ میں شامل ہے اس لئے کافی عرصے سے میندھی لکھتا ہوں۔

بو نہ گل میدھی کے گلبن رشکِ گل گملوں میں تو ۔۔۔ اکھڑا ہو رکھ کے میرا کاسۂ سر زیرِ پا
گل میدھی کیوں نہ باغ میں ہو پائمالِ رشک ۔۔۔ پاؤں میں تیرے دیکھے حنا گر لگی ہوئی
ذوق زیبا ہے جو ہو ریش سفید شیخ پر ۔۔۔ وسمہ آب بنگ سے میدھی نے گلرنگ سے

اب بوقت تحریر دیکھا تو فرہنگ آصفیہ میں کئی املا لکھے گئے ہیں مگر دیوانِ ذوق والا املا اس میں نہیں ہے۔

گل مہندی۔ اس کے معنی لکھے ہیں" ایک قسم کے پھول کا نام جو اکثر سرخ اور کمتر اودا اسفید وغیرہ ہوتا ہے۔ ایک جگہ منہدی، دوسری جگہ مہندی، تیسری جگہ میندھی۔ اس کے آگے لکھتے ہیں۔ (۱) دیکھو مہندی بمعنی حنا۔ (۲) بالوں کی لٹ، بینڈی یہ دوسرے معنی بالکل غلط لکھے ہیں۔ بڑا بھاری سہو ہوا۔ میندھی اور مینڈھی کا تلفظ بھی الگ الگ املا بھی اور معنی بھی علیحدہ علیحدہ۔ بچیوں کے یا جن عورتوں کی پیشانی کے اوپر والے بال چھوٹے ہوتے ہیں۔ اور چوٹی میں شامل نہیں ہو سکتے ان کی مینڈیاں گوندھی جاتی ہیں۔ تاکہ بال منہ پر نہ آجائیں۔ یہ لفظ مینڈ سے بنا ہے۔ میں نے عورتوں کا لفظ اس لیے لکھا ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کا اسٹیچو جو دہلی میں ٹاون ہال کے آگے نصب تھا اس میں مینڈیاں گندھی ہوئی صاف نظر آتی تھیں۔

ہندی میں میدھ قربانی کو کہتے ہیں، خونِ ذبیحہ کی مشابہت کی وجہ سے شاید حنا کا نام میدھی رکھا گیا ہو۔ بہرحال اس کی اصل یا ماخذ تحقیق طلب ہے۔ اور میرے خیال میں املا اس کا وہی صحیح تر اور مرجح ہے جو میں نے اختیار کیا ہے۔ تلفظ بھی اس کے مطابق ہونا چاہیئے۔

بھنگی ص ۱۸۵

بفتح اول :۔ صحیح املا تلفظ کے مطابق یہی ہے۔ جو میں نے لکھا ہے۔ صاحب آصفیہ ولغز سے سہو ہوا ہے۔ مہنگا، لہنگا، پہنچا، پہنچی۔ سب میں ہائے ہوز نون غنہ پر مقدم ہے محاورات، روز مرہ اور رسم الخط میں منطق کا دخل نہیں۔ جس طرح شاعری کی دنیا ذرا مختلف ہے۔ اسی طرح رسم الخط کی دنیا بھی ذرا مختلف ہے۔ بانہہ کا املا آپ کے نزدیک غلط ہی سہی مگر صحیح اور متعارف یونہیں ہے۔ یعنی دو (ہ) کے ساتھ۔ یہ دراصل کہنی والی ایک لکھی جاتی تھی (بانہہ) آگے قلم کی روانی سے ایک (ہ کے) شوشے کا اضافہ ہوگیا۔ جیسے کاف بیانیہ کا صرف ایک چوتھائی دامن لکھنا شروع ہوا (ک) بائے جارہ کا صرف ابتدائی حصہ بنایا گیا (ب) تاکہ یہ کسی لفظ ماقبل کا جز نہ سمجھے جائیں۔ رفتہ رفتہ قلم کی روانی سے آگے ذرا سا خم آگیا۔ پھر وہ ہائے مختفی بن گئی۔ قدیم تر مخطوطات میں کہیں ایسا نظر سے بھی گذرا ہے۔

باہیں قافیہ چاہیں اور آہیں کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسے ہنس اور بھنس کا قافیہ نگس کے ساتھ۔ متاخرین ایسے قافیوں کو جائز نہیں رکھتے۔(باقی)

انتخاب الترغیب والترہیب

مصنفہ: الامام الحافظ زکی الدین المنذری   انتخاب و ترجمہ و تشریح: مولانا عبداللہ طارق

نیک اعمال کے اجر و ثواب اور بدعملی پر زجر و عتاب کے موضوع پر ایک نہایت جامع و مستند اور مقبول عام کتاب جس میں نیک اعمال اور اچھے اخلاق کے فضائل اور انعامات صحیح حدیثوں سے لکھے گئے ہیں۔ حدیثوں کے عربی متن کے ساتھ آسان زبان میں ترجمہ اور مختصر تشریح خود پڑھیے گھروں میں پڑھوائیے اور مسجدوں کے مجمعوں میں سنوائیے۔ جلد اول بلا جلد: قیمت   دوم: سوم:

جنرل منیجر: ندوۃ المصنفین، اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶